# حنیف نقوی کی محققانہ بصیرت: ایک جائزہ

کلیدی الفاظ: اسرار ورموز#انکشاف#رطب اللسان# کلیات وجزئیات#ماله وماعلیہ#،جرح وتعدیل#بیاض# تحقیقی انفرادیت# تصنیف وتالیف# تحقیق

عبدالقیوم
رِسرچ اسکالر، شعبۂ اردو، دہلی یونیورسٹی

تلخیص حنیف نقوی (۱۷/اکتوبر ۱۹۳۶ء۔ ۲۲/دسمبر ۲۰۱۲) بنیادی طور پر محقق تھے ،یوں تو وہ ایک بہترین نثر نگار، شاعر، ادیب، نقاد بھی تھے لیکن ان کی تحقیقی نگارشات بے حد بصیرت افروز اور معلومات افزا ہوتی تھیں، ان کا طریقۂ تحقیق کافی دلچسپ اور سبق آموز ہوتا تھا وہ جس موضوعُ پر کام کرنا چاہتے ،اس سے متعلق مواد جمع کرتے۔ اکثر وبیشتر یہ سلسلہ برسوں محیط ہوتا، پھر موضوع کے مالہ وماعلیہ سے متعلق جب تک کماحقہ آگاہی حاصل نہیں کر لیتے ،قلم نہیں اٹھاتے۔ گویا تحقیقی مبادیات اور اس کے لوازمات کو اپنی تحقیق میں جگہ دیتے۔ خصوصیت کے ساتھ غالبیات کے سلسلے میں نقوی صاحب کی کئی انفرادیات ہیں۔ مثنوی کے ترجمے میں، سال ولادت کی تعیین میں، غالب کے سفر کلکتہ کی تفصیل میں ،عہد غالب میں نظامِ ڈاک کے انکشاف میں ،خطوط کے اصل مکتوب الیہ کے انتساب میں ،القاب وآداب کی تصحیح میں اور غالبؔ کے زائچے اور بیاض کے دریافت میں، وغیرہ۔ نقوی صاحب کی یہ وہ انفرادیات ہیں کہ جن کے استحکام اور ثبات میں اب تک کوئی کمی نہیں آئی۔ نقوی صاحب نہ صرف غالب کی زندگی ،تصانیف اور عہد کے واقف کار تھے بلکہ غالبیات کے تحت جو ادب پیش کیا گیا ہے، اس پر بھی عالمانہ اور محققانہ نظر رکھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ غالبؔ کی زندگی اور فن سے متعلق بہت سے مفروضات ،نظریات، واقعات جن کو غالب شناسوں نے قبول کر لیا تھا اور جن کو حتمی صورت میں پیش کر کے ان پر تاریخی صداقت کی مہر ثبت کر دی گئی تھی، حنیف نقوی نے ان کی صحت پر سوالیہ نشان

لگائے اور ان کے کمزور پہلوؤں کونمایاں کر کے بہ دلائل یہ ثابت کیا کہ یہ جن بنیادوں پر قائم اور قابل قبول بنے ہیں، وہ شک کے دائرے میں آتے ہیں، اسے انھوں نے ثابت بھی کیا۔اسی وجہ سے غالب شناسوں میں بھی نقوی صاحب کوایک نمایاں مقام ومرتبہ حاصل ہے۔زیرنظر مقالے میں انہی گوشوں کوواشگاف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

-------

اُردو ادب بالخصوص اُردو تحقیق میں حنیف نقوی کا بڑا نام ہے، یوں تو حنیف نقوی کی ذات ہمہ جہت صفات سے متصف تھی، ادیب، شاعر، محقق، ناقد، تخلیق کار کی خوبیاں ان اندر کوٹ کوٹ کر بھری تھیں تخلیقی عمل، تنقیدی اسرار اور موز سے واقفیت، شعر گوئی سے بہرہ وری اور روز و بیان کی باریکیوں سے شناسائی، تاریخی حقائق سے واقفیت اور دینی و دنیاوی علوم کے آمیزش نے ان کی شخصیت میں بے پناہ نکھار پیدا کر دیا تھا، اسی وجہ سے ان کی باتوں میں علوم کا بہاؤ، نئے حقائق کا انکشاف، تاریخی امور میں نئے اضافات سے ہر قاری کے اندر ایک خاص طرح کی دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے اور تعریف میں رطب اللسان نظر آتا ہے۔

نقوی صاحب زبانِ طالب علمی سے ہی تصنیف و تالیف، مقالہ نگاری ،مضمون نگاری میں پیش پیش رہے، انہوں نے ادبی سفر کا آغاز تقریباً اس وقت کیا جب وہ میٹرک کے امتحان دے چکے تھے اور ان کا پہلا مضمون ''خطوط غالب کی نفسیات'' فروری ۱۹۵۶ء میں رسالہ شاعر میں شائع ہوا۔اس کے بعد مارچ/۱۹۵۶ء ہی میں'' حالی اور ادب'' کے عنوان سے بھی ایک مضمون منظر عام پر آیا، اس طرح سے وقتاً فوقتاً وہ لکھنے اور تصنیف وتالیف سے وابستہ رہے۔شعروشاعری کا شوق بھی ابتدا سے ہی آپ کے اندر تھا، شروعات میں وہ اپنے چچا سید اعجاز احمد معجز سہسوانی سے شاعری اور علم وعروج کے نکات سیکھے اور شعر گوئی کی باریکیوں سے آگاہی حاصل

کی۔رسمی تعلیم مکمل کرنے کے بعد درس وتدریس کے ساتھ تصنیف وتالیف اور تحقیق وتنقید سے مستقل طور پر وابستہ رہے لیکن بنیادی طور پر ان کی دلچسپی کا رُجحان بھی تحقیق ہی کی طرف تھا،اس لیے ان کی تصنیفات کا محور بھی تحقیق ہی رہا۔ان کی چند تصنیفات درج ذیل ہیں:

۱۔شعرائے اردو کی تذکرے "نکات الشعراء سے گلشن بے خار" تک

۲۔انتخاب کربل کتھا ۳۔تلاش تعارف ۴۔انتخاب کلام رجب علی بیگ سرور ۵۔رائے بینی نارائن دہلوی ۶۔غالب:احوال وآثار ۷۔رجب علی بیگ سرور:چند تحقیقی مباحث ۸۔مآثر غالب(تصحیح وترتیب جدید وتحشیہ)۹۔مرزا غالب کے پنج آہنگ کا قدیم ترین خطی نسخہ (عکسی ایڈیشن) ۱۰۔ دیوان ناسخ (عکسی ایڈیشن ۱۱۔میر ومصحفی ۱۲۔غالب کی چند فارسی تصانیف ۱۳۔غالب کی فارسی مکتوب نگاری ۱۴۔تحقیق وتدوین:مسائل ومباحث ۱۵۔غالب اور جہان غالب ۱۶۔تذکرہ شعرائے سہسوان (مؤلف ابو الکمال حکیم سید اعجاز احمد معجز)۱۷۔حیات العلماء (ترتیب وتدوین) ۱۸۔تحقیق وتعارف وغیرہ

مذکورہ تصانیف سے یہی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی دلچسپی کا غالب پہلو تحقیقی پہلوؤں کو اجاگر کرنا تھا،تلاش وجستجو اور تحقیق وتفتیش ان کی گھٹی میں شامل تھی ،کسی بھی مسئلے کی تہہ تک پہنچنا اور تمام دستاویزی شہادتوں کی روشنی میں اس کے مالہ وما علیہ کی جانچ پرکھ کرنا اور جرح وتعدیل کے بعد استنباط نتائج کرنا ان کی تحقیق کا خاص انداز تھا۔ساتھ ہی اس میں ان کی وسعتِ مطالعہ، دقتِ نظری اور باریک بینی کی شمولیت تھی۔اسی لیے حنیف نقوی کا شمار ان بلند پایہ محققین میں ہوتا ہے جن کے یہاں احتیاط پسندی ،مضبوط دعووں اور دلیلوں کی بنیاد پر استنباط نتائج کی روایت ہے۔اردو تحقیق میں اس روایت کی بنیاد ڈالنے کا سہرا حافظ محمود خاں شیرانی کے سر ہے جسے بعد میں قاضی عبدالودود نے نہ صرف تقویت بخشی بلکہ اردو تحقیق کو سائنٹفک طریقہ کار سے مطالعہ کے لیے راغب کیا۔قاضی صاحب کے بعد اس طرز تحقیق کے

اتباع کرنے والوں میں رشید حسن خاں اور حنیف نقوی کے نام خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں۔لیکن ان دونوں محققین میں فرق یہ ہے کہ رشید حسن خاں کے یہاں تحقیق کا اہم منبع و مرکز تدوین متن ہے، وہیں نقوی صاحب کی تمام تر توجہات اور ترجیہات الگ الگ اور مختلف النوع تحقیق پر ہیں البتہ دونوں نے اپنی تحقیق کی بنا کلاسیکی شعروادب کی دریافت اور تلاش وجستجو پر رکھی ہے۔

حنیف نقوی زندگی بھر اپنی توجہ کلاسیکی فن پاروں ،ادبی شخصیات اور ان کے کارناموں سے متعلق نئی دریافت مرکوز رکھی اور اپنی وسعت مطالعہ اور دقت نظری کی بدولت بہت سے تسامحات اور اغلاط کا ازالہ دلائل و براہین کی روشنی میں کرتے ہوئے اس کے اصل صورت واقعہ سے روشناس کرایا۔اردو تحقیق میں حنیف نقوی کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے، وہ ان کے تبحر علمی ،وسعت مطالعہ، دقت نظری اور باریک بینی کے ساتھ ساتھ ان کا منفرد اسلوب تحقیق کا نتیجہ ہے، انھیں وجوہات کی بنا پر وہ اپنے پیش رو پر بھی کافی حد تک فائق نظر آتے ہیں ،اپنے اندازِ اسلوب ،پیرایۂ بیان اور طریقۂ اظہار کی وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز اور منفرد ہیں۔آج ان کی انفرادی شناخت میں ان کے اسلوبِ تحقیق کا بھی اہم رول ہے۔چنانچہ جب ان کی پہلی کتاب ''شعرائے اردو کے تذکرے'' اشاعت کے مرحلے سے گزر کر محققین اور ناقدین کے ہاتھوں میں پہنچی تو ان کی علمیت اور تحقیقی معیار و اسلوب کا سب نے اعتراف کیا۔

تحقیق کے سلسلے میں حنیف نقوی کے طریقہ کار کے بارے میں ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی اپنے ایک مضمون ''حنیف نقوی کے تحقیقی امتیازات'' میں لکھتے ہیں:

> ''تحقیق میں نقوی صاحب کا طریقہ کار یہ رہا ہے کہ کسی موضوع پر قلم اٹھانے سے پہلے اس سے متعلق دستیاب مواد اور معلومات کا مطالعہ گہرائی کے ساتھ کیا جائے اس سلسلے میں اہم اور غیر اہم کی تخصیص نہیں۔وہ تمام مواد کی بڑی عرق ریزی اور انہماک کے

ساتھ دستاویزی شہادتوں کی روشنی میں جانچ پرکھ کرتے اور منصفانہ تجزیے مناسب جرح وتعدیل کے بعد ہی استخراج واستنباط نتائج کرتے ہیں‘‘(۱)

تحقیق کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن تشکیلی عمل ہے۔یعنی محقق کے لیے ضروری ہے کہ ہر واقعے کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھے۔چوں کہ شک یقین تک پہنچانے کا اہم ذریعہ ہے۔امام غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ شک تجسس وجستجو کی دریافت ہے،جستجو سے تحیر واستعجاب پید ہوتا ہے اور تحیر یقین و ایمان تک رسائی کے لیے راہ فراہم کرتا ہے۔خود حنیف نقوی ’’مبادیات تحقیق‘‘ کے عنوان میں لکھتے ہیں:

’’تحقیق کے عمل اور محقق کے مزاج میں ہم آہنگی کے نقطہ نظر سے دو باتیں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔ایک یہ ہے کہ محقق کے ذہن میں شک مادہ موجود نہیں تو اس پر تحقیق کے امکانات روشن نہیں ہوسکتے‘‘(۲)

پروفیسر نقوی کا امتیاز بھی یہی ہے کہ جب وہ کسی موضوع پر تحقیق کا آغاز کرتے تو وہ مذکورہ بالا مسلّموں کی سختی سے پیروی کرتے پھر واقعات کے جزئیات و کلیات کا بہت ہی گہرائی سے مطالعہ کرتے۔اوراس کے شکوک وشبہات کے تمام زاویوں کا انتہائی بصیرت کے ساتھ تجزیہ کرتے ہوئے اس طرح اصل صورت حال کو واضح کرتے کہ قارئین کی تشنگی مکمل طور سے دور ہو جاتی۔یہی تحقیقی روش واسلوب نقوی صاحب کو اردو وفارسی کے عظیم محققین کے صف میں لا کھڑا کرتا ہے۔

غالبیات کے سلسلے میں نقوی صاحب کی کئی انفرادیات ہیں۔مثنوی کے ترجمے میں،سال ولادت کی تعیین میں،غالب کے سفر کلکتہ کی تفصیل میں،عہد غالب میں نظامِ ڈاک کے انکشاف میں ،خطوط کے اصل مکتوب الیہ کے انتساب میں ،القاب وآداب کی تصحیح میں اور غالبؔ کے زائچے اور بیاض کے دریافت میں۔نقوی

صاحب کے یہ وہ انفرادیات ہیں کہ جن کے استحکام اور ثبات میں اب تک کوئی کمی نہیں آئی۔ بڑے بڑے محققین اور غالب شناسوں نے ان کی باتوں سے کافی حدتک اتفاق کیا۔

غالبؔ کی عام طور پر تسلیم شدہ سال ولادت یعنی ۸ ؍رجب ۱۲۱۲ھ پر اعتراض اور سوال کھڑے کرتے ہوئے نقوی صاحب نے کہا کہ یہ تاریخ ولادت صحیح نہیں ہے بلکہ غالبؔ کی جملہ تحریروں، کتب وخطوط اور زائچے کی مدد سے غالبؔ کی سال ولادت نقوی صاحب نے ۸ ؍رجب ۱۲۰۸ھ مطابق ۹ ؍فروری ۱۷۹۴ء طے کیا ہے۔انھوں نے عام روایت کی حمایت میں میں پیش کی جانے والی دلائل کو پیش کرنے کے بعد ان کی تردید میں دلائل میں بھی دیے ہیں ۔پھر اپنے موقف کی موافقت میں دلائل دے کر اپنی بات ثابت کی ہے۔نقوی صاحب کے بقول غالبؔ نے دانستہ طور اپنی عمر چار سال کم کر کے بیان کی تھی۔نقوی صاحب کی یہ تحقیق مالک رام کے خلاف جاتی ہے اور مالک رام نے اسے غلط کہا ہے مگر نقوی صاحب اپنی تحقیق سے نہ باز آئے اور نہ مالک رام کے ہمنوا ہوئے۔

مالک رام اس بارے میں کہتے ہیں:

> ’’۔۔اہم بات یہ ہے کہ جب وہ صراحت سے اپنی تاریخ والادت کا ذکر کرت ہیں تو ۱۲۱۲ھ یا تاریخ ۸ ؍رجب ۱۲۱۲ھ ہی لکھتے ہیں۔عمر سے متعلق تخمین اور قیاس اس صراحت کے مقابلے کوئی وقعت نہیں رکھتا‘‘(۳)

حنیف نقوی صاحب مالک رام کی مذکورہ بات سے اختلاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ’’اسے مالک رام کی ذاتی رائے کی حیثیت سے تو قبول کیا جا سکتا ہے،ایک مسلّمہ حقیقت کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔چناں چہ موصوف کا یہ ارشاد کہ ’’غالب نے بلا مبالغہ بیسوں جگہ اپنی ولادت

کی تاریخ ۸/ رجب ۱۲۱۲ھ لکھی ہے'' یا یہ فرمانا کہ '' غالب نے اپنے اردو اور فارسی خطوں میں اپنی تاریخ ولادت ۸/ رجب ۱۲۱۲ھ اتنی بار لکھی ہے کہ ظاہراً کسی شخص کو اس کے بارے میں شبہ نہیں ہونا چاہیے، انتہائی مبالغہ آمیز اور مطالعہ انگیز ہے'' (۴)

دراصل حنیف نقوی نے غالب کی سال ولادت سے بحث کرتے ہوئے تمام دستیاب شہادتوں کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے، پہلے حصے میں ان مشہور روایتوں کو رکھا ہے کہ جن میں تاریخِ پیدائش ۸/ رجب ۱۲۱۲ھ بتائی گئی۔ دوسرے حصے میں ان شہادتوں کو جگہ دی ہے جن سے اس کی تردید ہوتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ غالب بعض مصلحتوں اور اسباب کی بنا پر اپنی عمر چار سال گھٹا کر بتاتے ہیں۔ ان تمام شہادتوں کی روشنی میں حنیف نقوی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالب کی سال ولادت ۱۲۱۲ھ نہیں بلکہ ۱۲۰۸ھ ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں حنیف نقوی مزید لکھتے ہیں:

'' غالبؔ کے بیانات میں جو تضادات ملتے ہیں وہ صرف اتفاقی نہیں، ارادی بھی ہیں اور ان سے سرسر گزر جانا ہمیں بہت سی غلط فہمیوں میں مبتلا کر سکتا ہے'' (۵)

ڈاکٹر خلیق انجم نے بھی اپنی ایک تحریر میں کچھ اسی طرح کی بات کہی ہے:

'' غالبؔ نے خطوں میں اکثر تاریخ غلط لکھی ہے، مدت بھی وہ صحیح نہیں لکھتے۔ اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ایک تو یہ خط لکھتے ہوئے واقعتاً سنین اور تاریخیں بیان کرنے کے معاملے میں بھی بہت محتاط نہیں رہتے اور دوسرے انہوں نے یہ سوچا بھی نہیں تھا کہ تاریخوں کے معاملے میں محتاط نہ رہنے کی وجہ سے انھیں بیسویں اور اکیسویں صدی کے فارسی اور اردو کے محققین کی عدالت کے کٹھرے میں کھڑا ہونا ہوگا۔'' (۶)

یہ تو ان کی تحقیقی انفرادیت کی ایک مثال تھی، اس طرح سے ان کی کئی انفرادیات ہیں

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ارباب تحقیق نے اسے مثبت ہی لیا ہے اور کلماتِ تحسین سے نوازا بھی۔ چناں چہ اس سلسلے میں بعض دانشوروں اور ادیبوں کے آرا اور اقوال ذیل میں پیش کیے جا رہے ہیں۔جن سے ان کی شخصیت کے مزید گوشے نمایاں ہوتے ہیں۔

شمس الرحمان فاروقی جو اردو ادب کے بہت بڑے نقاد ہیں، وہ نقوی صاحب کی شخصیت کا اعتراف کچھ اس طرح کرتے ہیں:

''حنیف نقوی کو میں ایک مدت سے پڑھتا رہا ہوں، اور شاید ہی کوئی تحریر ان کی ایسی ملی ہو جسے پڑھ کر میری معلومات میں اضافہ نہ ہوا ہو یا میری کوئی غلط فہمی دور نہ ہوئی ہو۔ یہ ضرور ہے کہ ایک زمانے تک ان کی شہرت کچھ 'شہرت شکن' لوگوں کی سی تھی۔یعنی وہ بڑے بڑے محققوں کی غلطیاں یا فروگزاشتیں ڈھونڈنے اور بیان کرنے میں ماہر تھے۔لیکن آہستہ آہستہ ان کے کام کی بعض ایسی خوبیاں مجھ پر کھلیں جن میں مجھے ان کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔مثلاً ایک تو یہ کہ اگر کسی لفظ کے بارے میں سوال ہو کہ یہ کب استعمال ہوا اور کن کن پرانے شاعروں کے یہاں نظر آتا ہے،تو تھوڑا سا تامّل یا تھوڑی سی تلاش کے بعد حنیف نقوی صاحب آپ کے سوال کا شافی جواب دے دیں گے۔ یا مثلاً یہ معلوم کرنا ہو کہ کوئی شاعر اور خاص کر کوئی نسبتاً گمنام شاعر، کس کا شاگرد تھا اور کن تذکروں میں اس کا تذکرہ ملتا ہے تو اس کا جواب بھی حنیف نقوی کے یہاں سے فوراً یا تقریباً فوراً مل جائے گا'' (۷)

رشید حسن خاں ن نے بھی پروفیسر حنیف نقوی کی ادبی تحقیق کے طریقۂ کار کو دیکھ کر ان کی تعریف کھلے الفاظ میں کی ہے، لکھتے ہیں:

''نقوی صاحب نے بنی نرائن کے متعلق اور دیوان جہاں کے سے

متعلق ہمارے متعدد معروف اہل قلم کے کچھ اقتباسات کوئی جگہ پیش کیا ہے، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم لوگ کس قدر ضعیف الاعتقاد اور کس قدر غیر حقیقت پسند اور کس قدر زود یقین واقع ہوئے ہیں قبول روایت کے سلسلے میں اور یہ کہ ادبی طریقہ کار سے کم آشنائی، کس قدر عام ہو رہی ہے ہمارے یہاں۔۔‘‘(۸)

مذکورہ بالا دانشوروں کی آرا اور ان کے اقوال کی روشنی میں یہ بات قطعیت کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ حنیف نقوی اپنے منفرد تحقیقی طریقہ کار اور علمی بصیرت کی وجہ سے اپنے معاصر محققین میں ایک بلند و بالا مقام رکھتے تھے۔ نقوی صاحب بہت ہی محتاط اور منضبط محقق تھے اور اپنے پیش رو محققین میں خاص طور پر قاضی عبدالودود اور رشید حسن خاں کے تحقیقی اسلوب سے کافی متأثر تھے۔لیکن وسعت مطالعہ اور اپنی احتیاط پسندی کی بنا پر اردو ادب کے محققین میں ایک بلند و بالا مقام بنانے میں کامیاب ہوئے، اس کی وجہ سے بہت سارے ناقدین نے ان کے تحقیقی و تنقیدی کارناموں کو وقعت دی ہے اور داد تحسین سے بھی نوازا، ان کی گراں قدر تحقیقی خدمات کی وجہ سے اردو ادب میں بہت حد تک اضافہ ہوا ہے، اور تحقیقی مسائل، ان کے حل کی دریافت کے لیے جدید طریقہ کار کی بنیاد پڑی۔

## حوالے


۱۔ڈاکٹر آفتاب احمد آفاقی، مضمون ’’حنیف نقوی کے تحقیقی امتیازات‘‘ ہفت روزہ: ہماری زبان، انجمن ترقی اردو (ہند) نئی دہلی یکم تا ۱۲۸ اکتوبر ۲۰۱۵، شمارہ نمبر ۳۷ تا ۴۰، ج: ۴۷، ص: ۱۲

۲۔حنیف نقوی، تحقیق و تدوین: مسائل و مباحث،، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی ، ص: ۱۲

۳۔حنیف نقوی، غالب: احوال و آثار، نصرت پبلیشرز لکھنو، ص: ۱۷۔۱۸

۴۔حنیف نقوی، غالب: احوال و آثار، نصرت پبلیشرز لکھنو، ص: ۲۵

۵۔حنیف نقوی، غالب: احوال وآثار، نصرت پبلیشرز لکھنو، ص: ۴۹

۶۔خطوط غالب، خلیق انجم، غالب انسٹی ٹیوٹ، نئی دہلی، جلد: اول، ص: ۱۲۱

۷۔شمس الرحمٰن فاروقی، مضمون 'حنیف نقوی کی جاسوسیاں' ارمغان علمی نذرِ حنیف نقوی، ناشر، مرکز تحقیقات اردو فارسی گوپال پور، باقر گنج، سیوان بہار، ص: ۱۹۲۔۱۹۱

۸۔ارمغان علمی نذرِ حنیف نقوی، ناشر، مرکز تحقیقات اردو فارسی گوپال پور، باقر گنج، سیوان بہار، ۲۰۱۰، ص: ۶۳۷

☆☆☆